جُنون و حِکمت

(رباعیات)

از جوش ملیح آبادی

کلیم بک ڈپو، دریاگنج، دہلی

بار اوّل

سنہ ۱۹۳۷ء

قیمت ۸/۱

(محبوب المطابع برقی پریس دہلی)

دل، رسم کے سانچے میں نہ ڈھالا ہم نے
اسلوبِ سخن نیا نکالا ہم نے
ذرّات کو چھوڑ کر حریفوں کے لئے
خورشید پہ بڑھ کے ہات ڈالا ہم نے

شاعر کی راتیں

شاعرِ انقلاب نے چند راتوں کی مختلف کیفیتوں کو اپنے خاص وجد آفریں اور کیف آور انداز میں بیان کیا ہے، جنھیں پڑھکر ہر شخص اپنے کو اسی ماحول میں محسوس کرنے لگتا ہے۔ راتوں کی تفصیل حسبِ ذیل ہے،

مست رات	بدمست رات
راز و نیاز کی رات	انتظار کی رات
اندھیری رات	چاندنی رات
جوانی کی رات	تصورات کی رات
التفات کی رات	جدائی کی رات
اشکوں کی رات	برسات کی رات
ربودگی کی رات	بیخودی کی رات
سرشار رات	بھیگی ہوئی رات
تصورات کی رات	بیچین رات

پیا بن ناگن کالی رات

قیمت صرف آٹھ آنے

محصول ڈاک بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ

کلیم بکڈپو، دریا گنج، جینتی نواس، دہلی

پیغمبرِ اسلام

خواجۂ دو جہاں سرورِ کائنات آنحضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت اور رسالت پر شاعرِ انقلاب حضرت جوش ملیح آبادی کا وہ غیر فانی شہ پارہ جس کی رفعت وعظمت کے سامنے قصرِ کفر سرنگوں ہوتا ہے، ثبوتِ پیغمبری کے باب میں اس لافانی شاہکار کے انوکھے استدلال دل میں تیر کی طرح اُترتے چلے جاتے ہیں، اس کے ازلی الہامات سے دماغ میں یزدانی نور سرایت کر جاتا ہے، اس کے دلائل قاطع کے سامنے ادراک منطق چھانٹنا بھول جاتا ہے۔ شاعرِ انقلاب پر جب ایک خاص سرشاریت کا عالم طاری ہوا، اُسی وقت اُنھوں نے یہ نظم کہنا شروع کردی۔ عالم بیخودی میں چار روز کی ریاضتِ شاقہ اور یکسوئی قلب سے جو کچھ حاصل ہوا، صرف وہی صفحۂ قرطاس پر تحریر کیا گیا، جب تک یہ نظم مکمل نہ ہوئی حضرت جوش نے کچھ کھایا نہ پیا، اور نہ خلوت سے باہر تشریف لائے۔

قیمت صرف آٹھ آنے

محصول بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ

کلیم بکڈپو، دریا گنج، جینتی نواس، دہلی

تا بود دلم، ز علم محروم نہ شد
کم بود ز اسرار کہ مفہوم نہ شد
اکنوں کہ ہمی بنگرم از روئے خرد
معلومم شد کہ ہیچ معلوم نہ شد

(خیّام)

اپنے ہی دماغ و دل کا مقہور ہوں میں
خود اپنے ہی دل میں ایک ناسور ہوں میں
واقف ہوں کہ سوچنے میں ہے جی کا زیاں
کیا کیجیے، سوچنے پہ مجبور ہوں میں!

(مصنّف)

(۳)

لو میسر ہی نظارۂ انوار بھی، دیکھیں

آئینۂ شہود و شوقِ دیدار بھی دیکھیں

اک قادرِ مطلق کا جہاں تک ہے سوال

انکار بھی دیکھیں ہے، اور اقرار بھی دیکھیں

(۴)

ہنسنا بھی عجب شے ہے، رونا بھی عجب

پانا بھی ہے طرفہ بات، کھونا بھی عجب

اک قادرِ مطلق کا ارادہ اوصاف، جتن

ہونا بھی عجب ہے، نہ ہونا بھی عجب

(۵) ولہ

اے کاہ فلک نقاب تیرے آگے
کھل جائے گی ہر کتاب تیرے آگے
ہو جائے گا جب عارف یک ذرہ خاک
جھک جائے گا آفتاب تیرے آگے

۶

آزادیٔ فکر و دریں حکمت ہے گناہ
دانا کے لئے نہیں کوئی جائے پناہ
اس اژدرِ تہذیب کے فرزند رشید
یہ مذہب و قانون ، عیاذاً باللہ!

(۸)

مے علم کی پینا ہی نہ آیا اب تک
ساحل پہ سفینا ہی نہ آیا اب تک
اک نوع کھسوٹ سے خوشی کی باہم
انسان کو جینا ہی نہ آیا اب تک

(۹)

یہ زندگی عمل ہے نہ نغمہ و صوت
اس دائرے میں بولا روح ہے فوت
یک رنگی و یکسانی اسلوب حیات
دراصل ہے ایک سانس لیتی ہوئی موت

(monotony of life)

(۹)

دل ہوتا جاتا ہے رو رو کے راہ کا لگا ہے

رو رہے ہیں بھر کے آہ کا لگا ہے

اس ادا سے کہیں تقدیر نہ بن جائے کہیں

رو رہے ہیں ہم سے ساہ کا لگا ہے

(۱۰)

یا الٰہی غم سے ہراساں ہوا جاتا ہے

بیچارہ پریشان ہوا جاتا ہے

کھٹکتا ہے تو آتا ہے نظر شوق کا جنوں

بیٹھتا ہے تو شیطان ہوا جاتا ہے

(۱۱)

طوفان سے عفونت کو بے اثر کر دے
اس برق جہاں سوز کو بھی خس کر دے
ہنگامہ بپا ہے عالم سے اے معبودا
معصوم ہے جہاں انکو وابیکر دے

(۱۲)

دنیا سے کسی شیخ ابراہیم سی کی ورثہ عیسیٰ
یہ سلیقہ پیتس ہیں بھی قالب توحید
کھل جائے اگر کل کا طلسم کی گرہ
ہر جسم سے ہیں پیدا ہزاروں خورشید

(۱۳)

آزاد ہو روح بشادمانی سے ہی
بیتاب ہو قلب بکامرانی سے ہی
پنچھی ہو جانِ تن قالب بنیں بےغم
مسرور ہو نیک زندگانی سے ہی

(۱۴)

دنیا ہے فقط رنج بڑھانے کے لئے
سینہ بھی بھانی ہے اٹھانے کے لئے
لازم ہے کہ دور دل بھی تو بیٹھے کا لحاظ
سب بیچ بنا آئے ہیں ملانے کے لئے

(۱۵)

پھولوں کی اگر ہوس ہے خاروں کو دیکھ
عشرت کی ہے دھن تو سوگواروں کو دیکھ
تعمیرِ حیات ہے اگر پیشِ نظر
مرکز بھی ہٹے ہوے مزاروں کو دیکھ

---

(۱۶)

تا قصہ ہیں آج تک فسانے لاکھوں
لب تشنہ ہیں ساز میں ترانے لاکھوں
انسان کا دل نہ توڑ اے بندۂ یاس
مضمر ہیں ابھی فطرت کے خزانے لاکھوں

(۱۷)

اے نزاہت شناس و اے عالم دین

حضرت کا مقام ہے فقط حسنِ یقین

انسان ابھی چل رہا ہے گھٹنوں گھٹنوں

اور آپ کو ہے قربِ قیامت کا یقین

[illegible]

(۱۸)

انصاف اپنوں کی چاہ دینے والے

تم ان کو بھی نگاہ دینے والے

سنتے ہیں کہ آپ شہر میں وکیلِ غریب

دل کو بھی سکوں پناہ دینے والے

(۱۹)

بہ وعدیٔ ازل اس کو نبھانا ہمیں نے
بجز چشم کا ثبات چھپانا ہمیں نے
سب جان چکا تو اسے حرفِ دل سانا
ہیں پیچ نہیں جانتا یہ جانا ہمیں نے

(۲۰)

ظلمت کا چراغ جب کہ لگایا ہم نے
جب سلسلہ نور بڑھایا ہم نے
باقی نہ رہا عالم کا جب ترقی ملکو
جب جا کے مقام پر دھیان لایا ہم نے

(۳۱)

کیا بات ہوئی کہ دور رہا ہے بچہ ناداں

کیوں مفت میں جان کھو رہا ہے ناداں

بالا سے گزرتی ہے زمانے کی آفت

پیچھے سے بچاؤ ہو رہا ہے ناداں

(۳۲)

گرداب سے کھیل کر ابھرنے والے

شمع تجھ سے اگر ڈرنے والے

ان اہل کا تحفظ ہو یقیں

قرنوں میں اک آن اللہ کو کرنے والے

(۲۷)

رقصاں ہو جو باطن میں جوانی ہے جوئی
پیدا ہو جو ہو سے کامرانی ہے جوئی
چشمے کی طرح دل سے جو پیہم ٹپکے
اے یار عزیز! شادمانی ہے جوئی

---

(۲۸)

یہ لگتی ہو پیش میں سیدھا ہو تو نہیں
ان عاشقیں میں سکوں کا غم کا پہلو تو نہیں؟
آنکھوں میں ہے کچھ شرارۂ عشق غلطاں
ڈرتا ہوں کہ ان میں کہیں آنسو تو نہیں

(۱۳)

گل پہ بلبل فقط ہے شیدا پرستاری کا اثر

جنباں ہے دل باد بہاری کا اثر

انساں کی بیچینی کا دوا ہے سرود

فطرت کی بیچینی ہے جاری کا اثر

(۱۴)

مستی کا نشان ہے سرشاری ہے

انساں پہ اگر خدا کا ایماں طاری ہے

اور اس پہ یہ طرّہ کہ نہیں یہ بھی بجا

خود وقت بھی خدا سے کہ پیاری ہے

(٣٥)

ہاں نوعِ غمِ عشق جبیں پہ ہے ابتک
انسان تو رہ راست پہ نہیں ہے ابتک
اللہ کو بھولے ہوئے ہے کرۂ ارض زمین
تھا روز ازل جہاں وہیں ہے ابتک

---

(٣٦)

ہر گام پہ ہیں دام لگانے ہیں
ہستی کے نشیب میں بچھانے ہیں
ہر سمت نئے زلف ہیں کہ جو پیچ و تاب کھائے
شیطان کے کتنے ہی ٹھکانے ہیں

(۳۹)

وہ شخص کہ تکرار کیے جاتا ہے

یہ دین پہ اصرار کیے جاتا ہے

اس عمر سے انکار پہ ہاں ہو جائے

اور دل ہے کہ اقرار کیے جاتا ہے

(۴۰)

تھا جان چمن جن کا ترانہ کس دن

گم ہو گیا ان کا آشیانہ کس دن

سمجھی ہے جب آج حقیقت دنیا

بن جائے گی کل یہ شیخ بھی افسانہ کس دن

(۱۱)

میں وہ دریا ہوں کہ غرق ہے سرگرانی تم بنا
کیا لبِ اظہار کی ہے بے بیانی تم بنا
سمجھا جو حیات کو تو یقینی تھی موت
ہے بس موت عطا ہوئی تو فانی تم بنا

---

(۱۲)

ہر شخص کا رفیقِ کار نکلا وہ بھی
جو غیر اپنا ہی یار نکلا وہ بھی
انسان کے ارادے کو کیا جب تحلیل
سے نوع کا اضطرار نکلا وہ بھی

ر (۴۹)

دنیا میں ہیں بہت سے جیتے آنے والے

آتے ہی رہیں گے روز جانے والے

عرفان حیات سے جو ہشیار کر بیٹھا

اے شیخ تیرے عشق سے پیمانے اٹھانے والے

---

(۵۰)

افسوس ہے اے جی کے گنوانے والو

جہان میں سفر بیکسی کمانے والو

غم تیری سر کے آگے پیش جانا ہے

پیدا ہی ہوا ہے اک بنانے والو

(۵۳)

تکیۂ عصمت سے پشیماں کیوں ہے

وابستۂ اصطلاحِ عصیاں کیوں ہے

ممکن نہیں کہ انساں ز شیطنت کے خلاف

پھر فعلِ عبادت سے پشیماں کیوں ہے

(۵۴)

ہاں مرگ و حیات سے سمجھتا ہوں میں راز

آغاز انجام ہے تو انجام آغاز

دنیا ہے زمانۂ جب اہل کی کاو ہمکی

دل سے آتی ہے قہقہوں کی آواز

(٥٥)

جلوے سے معمور ہیں نگاہیں لاکھوں
گرداں مقصود اور راہیں لاکھوں
پیہم ہے کاروانِ منزلِ انساں
شیداں عقبیٰ سے اور آہیں لاکھوں

(٥٦)

ہستی نقش ہیں اک حق و قیوم نہیں
معدوم ہے اس طرح کہ معدوم نہیں
پیدا ہیں ہے اک قوتِ اعلیٰ لاتصور
رب سے آدمیاں کیا ہیں یہ معلوم نہیں

(٥٩)

ان قاتلوں میں اک عمر سے ہوں بےخور و خواب
کس طرح متعطل ہوں رسوم و آداب
اُٹھی تو ہے اب وضع ایسٹ گونی لیکن
برداشت ہی کرتی ہیں سگ آگے آن کو احباب

(٦٠)

بائبل نے کہاں اوس کہنہ مضمون پہ کیا
صدیوں کے لیے آپ ہی مضمون یہ کیا
قرآن نے بنائے وہ انساں کے لیے
جو جمع نہ ہے وہ الا قانون یہ کیا

(٦١)

اوہام سے دل ڈرے ہوئے ہیں ایکایک
کس طرح یقیں بھرے ہوئے ہیں ایکایک
افسوس کہ اسلاف سے باقی اقوال
قانون میں ایمان بھرے ہوئے ہیں ایکایک

(٦٢)

قانون نہیں ہے کوئی فطرت کے سوا
دنیا نہیں کچھ شعور و طاقت کے سوا
ذہنیت عامل کل ہے اور سب اس کا
معبود نہیں ہے کوئی قوت کے سوا

(۶۵)

با صاحبِ جوہر کو بیکس سمجھے
فطرت کو زبوں مثلِ زبوں تر سمجھے
افلاس کہ کھینچتا ہے ایماں کی طرف
کیفیتِ مفلس بھی تو کافر سمجھے

(۶۶)

ہاں سچ ہے کہ ملکِ حق کا سلطان ہے تیغ
انسان جب کھینچتی ہیں وہ انسان ہے تیغ
لیکن ترا ستن کو کوئی سر نہیں
عصیاں سے بچو مگر کہ نادان ہے تیغ

(۶۹)

انساں کو فرشتہ نہ حیواں کر دے
بڑھ جو ہوس نار بداماں کر دے
دولت کو فرشتوں سے بڑھا دیتی ہے
جب جا کے لگے کہیں تو شیطاں کر دے

(۷۰)

جو بنت لیت انتساب ہو جاتے ہیں
اس روح سے اگر خراب ہو جاتے ہیں
انساں کے بیٹے ہیں بنے ہمراہ
سیکھے عیب بھی بایاب ہو جاتے ہیں

(۷۱)

پچھواں سے نہیں خلاف ہونے والا
مطلع یہ نہیں ہے صاف ہونے والا
ہاں دل کے رہے آئینۂ دوستی کی سنر
یہ چہرہ نہیں صاف ہونے والا

(۷۲)

ہیں ہوش و حواس سے حماقت باہم
ناپختہ و ہانت سے غباوت باہم
جب راہ طلب میں بیٹھ جائے تھک کے
اس عاجز ذلیل سے جہالت باہم

(۳۲)

مشہور شعر ہے کہ دنیا نہیں ہے عقل انساں

حیراں ہے کہ کانہیں ہے عقل انساں

تحقیق کی منزلیں ہیں، ہے عیاں زبانہ

ہے کام پتہ نہیں ہے عقل زبان

---

(۳۳)

ہے نطق پہ ایک گفتگو جاری ہے

ہے کان پہ ایک آگہی جاری ہے

حیران ہو دنیا بات و جادو انساں

ہے نفس میں ایک ہی لگن جاری ہے

(۶۵)

لاکھوں جسم ہیں ایک جان، دیکھو تو ذرا
سو طرح ہیں اور ایک شان، دیکھو تو ذرا
جن و بشر و اہرمن و حیوان کا
ہے ایک ہی خاندان، دیکھو تو ذرا

(۶۶)

اے خالق امر خیر و اے صانع شر
مجھ ہیچ پہ تو ہے بار افعال بشر
باریک ہے تیرا کام برتر ہے تیری ذات
ہر جرم کی تان ٹوٹتی ہے مجھ پر

(۱۰۱)

قفس کی نندی میں ناؤ کھیتا ہوں میں
دھوکے کی ہوا میں سانس لیتا ہوں میں
اپنے کو تو دشمن کو بھی دیتا نہیں دکھ
بس خود کو فریب دیتا ہوں میں

---

(۱۰۲)

کیا دولت کی بھی شان ہے اللہ اللہ
پیسے سے اُجلے ہیں مکھڑے ہیں سیاہ
کیا تجھ سے بیاں کروں کرشمے حق کا
انساں تو اب ہے اور اُجلے گناہ

(۹۹)

احساس کا یہ ناز اٹھانا ہی پڑا
تہ خاک بذلت یہ چھپانا ہی پڑا
معلوم ہے سب کو یہ اسرار حیات
پستی کا مگر فریب کھانا ہی پڑا

(۱۰۰)

دریائے عشق میں جا بجا حبابوں کو دیکھ
اوراق چمن الٹ کتابوں کو دیکھ
بکھرے ہوئے اس ذرۂ خاکی سے صفو
ڈوبے ہوئے لاکھ آفتابوں کو دیکھ

(۸۱)

تقدیر کے دائرے میں آنا ہی پڑا
ہر بات سے مشیت پہ جھکانا ہی پڑا
واقف تھیں مآلِ گل سے کلیاں لیکن
پھوٹی جو کرن تو مسکرانا ہی پڑا

(۸۲)

اپنی ہی اگر گرفت میں خود انسان ہے آج
کل صاحبِ تدبیر تھا حیران ہے آج
جو وقت کے اقتضا سے تھی کل اک رسم
وہ دہر کے ارتقا سے ایمان ہے آج

(۸۵)

ہیں بے پروردگار کرتا شیطاں
دولت اپنی نثار کرتا شیطاں
انساں کی خباثت سے جو ہوتا آگاہ
اک سجدہ نہیں ہزار کرتا شیطاں

(۸۶)

افسوس کوئی واقف منزل نہ ہوا
ناقص ہی رہا ہمیشہ، کامل نہ ہوا
ناداں پیدا ہوا تھا، ناداں ہی مرا
انساں کو کبھی مبلغ حاصل نہ ہوا

(۸۹)

انساں پہ ہے بس کہ دہر و خرافات کا بار
دوراں کا ہے کبھی دن، کبھی رات کا بار
پیدا ہوتے ہیں اس میں کیا کیا نہ مزاج
شعلوں پہ ہے جیسے بلبلوں کی روایات کا بار

---

(۹۰)

ہر دل ہے چراغ زیر داماں افسوس
ہر سانس ہے ایک طرفہ طوفاں افسوس
رونا بھی ہے کچھ ہیچ، ہنسنا بھی ستم
افسوس ہے اے عزیز انساں افسوس!

(۹۱)

جب بیکسی نے راہ پہ لگایا مجھے

ہمت نے جب آتش نمرود دکھایا مجھکو

ذرات سے لیتا ہے براہیم واللہ

جنّا نے کوئی نظر نہ آیا مجھے

---

(۹۲)

کہنے کو تو ایک بات کہتا ہوں میں

پانسو سے صاف بات کہتا ہوں میں

جب میری زبان سے نہیں نکلتا تو ہمیں

اس پہ سے میں کا نہ بات کہتا ہوں میں

(۹۵)

عاصی نے حجابات سے تعبیر کیا

عالم نے تشابہات سے تعبیر کیا

اس ارض و سما نے ذرے ذرے کو مگر

عارف نے تقطرات سے تعبیر کیا

---

(۹۶)

جی بھر کے یہاں کوئی نظارا نہ ہوا

صد حیف کہ جی بھر کے بھی پیارا نہ ہوا

انساں کا کسی حال میں بھی جو بس نہ چلا

مشیت سے گوارا نہ ہوا

[illegible]

(٩٧)

ہنگامہ تو رہے جو دو دوا پی لی ہے
اے یار جنوں اشعور دوا پی لی ہے
یہ گرمئ میخانہ ہے کی کیفیات
تمکین بھی تو بچھ کے قدر دوا پی لی ہے

(٩٨)

کیا جانیے چہرہ زرد ہوتا کیوں ہے
دل رنج و الم سے سرد ہوتا کیوں ہے
افسوس کہ اتنا بھی نہیں ہے معلوم
کانٹا نہ چبھے سے درد ہوتا کیوں ہے

(۹۹)

چھپالی ہے جنہوں نے کس خدائی ہم سے
کیا کیا نہ پیاپیاں ناکس اڑائی ہم سے
واللہ کہ تشنگی تو تری میں کیوں ہے
انساں سے عجیب تر نہ پائی ہم سے

(۱۰۰)

یہ بھی نہیں ایسا اس دہر میں الا افسوس
افسوس ہے اے نظامِ دنیا افسوس
غم ہی کا نتیجہ غم ہوا انتہا کی نہیں
غم ہے تو حقیقی کا بھی نتیجہ افسوس!!

(۱۰۱)

سبکو فکر ہے دوا ہو جان کھونا ہے کیا

جو دوا ہو اپنی چاہئے نہیں رونا ہے کیا

افسوس کہ یہ تنگ ہے اے نفس غرور

تیرا ہونا ہے عیب ہے ہونا ہے کیا

---

(۱۰۲)

دیتیں چشم ال رہے ہیں یارب

نمیں سنبھول پہ پل رہے ہیں یارب

کچھو ہی جبر آ کے تری دنیا میں

پھولوں کی طرح جل رہے ہیں یارب

(۱۰۳)

یا بنی نقاب رُخ کو رونق اب بنا

بس کی کوئی چیز بنانے سے کب بنا

قایہ پتیا ہے زندگانی کا زمانہ

انسان سے صورت کھیلتی ہے جب بنا

---

(۱۰۴)

کیا جگ کو خبر آزادیِ مشرب کیا ہے

مرد و زن کیا ملا منصب کیا ہے

شاعر ہے خالق بنا سب اس کو دیت

شاعر سے نہ پوچھ تیرا نسب کیا ہے

(۱۰۵)

جراحات میں تیغ خونچکاں سے پایا ہے
جو پاؤں میں زنجیر گراں سے پایا ہے
یہ سب کی برادری سے دل اتنا تنگ ہوا ہیں
جو انساں کی برادری کہاں سے پایا ہے

(۱۰۶)

خنجر سے کوئی، تو تیغ عریاں سے کوئی
صرصر سے کوئی، تو باد طوفاں سے کوئی
انساں کہاں سے آئے کسی سے ہیں کہ
پایا تو کوئی ہندو سے، مسلماں سے کوئی

(۱۰۷)

تسخیر ہو جو لاانکا طوفاں افسوس
پابندِ تعصب ہو اور انساں افسوس
دریا تیغ میں ہیں ابھارے جن میں موج [illegible]
افسوس ہے کچھ بچے سرِ کفر و ایماں افسوس

---

(۱۰۸)

اسلام سے ممکن ہی نہیں دل کو نجات
بنیاد ہے اسے ملتی آہیں حیات
جب تک نہ چیز [illegible] زندگی کا [illegible] ہیں القلب
دراصل ہے وہ بس اک طولُ الکلمات

(۱۰۹)

واقف ہوں پتہ جو بتا یہ فانی کیوں ہے
یہ شیون و آہ و نوحہ خوانی کیوں ہے
بے ربطی و عمل ہے زندگانی سے تری
لیکن نہ کھلا کہ زندگانی کیوں ہے

(۱۱۰)

افسوس کہ کوئی کام ہوتا ہی نہیں
جی بھر کے یہاں قیام ہوتا ہی نہیں
مٹنے والے تمام ہو جاتے ہیں
ارمان تمام ہوتا ہی نہیں

(۱۱۱)

انسان کی جس قدر ہے سمجھی طراری ہے
سب وقت گزرا اسے فن کی عیاری ہے
افسوس کہ ہے معرفت اسرار حیات
جینا آتا نہیں تو سب بیکاری ہے

(۱۱۲)

آسان نہیں مرنا ہے اور آسان نہیں جینا
مرنا ہے جینا ، اور ہے مشکل جینا
اس سانس میں زندگی کی آسانیاں ہو
ممکن نہ ہوا کبھی یہ آسان جینا

(۳۱۱)

ہر بات میں قانون سخن جاری ہے
ہستی نہیں اک قسم کی بیماری ہے
انسان پہ یہ زندگی ہے اک تہمت سخت
بیمار پہ ہر رات بہت بھاری ہے

(۳۱۲)

کیا جادہ پیچ پیچ ہے اللہ اللہ
ہر گام پہ ہوتا ہے مسافر گمراہ
سر منزل کیسے ہے راز اقدس میں
حکمت کی زمیں ہے اور کوتہ ہے نگاہ

(١٥)

کھلتے نہیں عقدہ ہائے اسرارِ حیات

ملتے نہیں نقش پائے اسرارِ حیات

تحقیق ہو کیا، سائنس کی جاتی ہے

اسرارِ حیات ہائے اسرارِ حیات!

(١٦)

دل دانش و حکمت سے سمجھ پائے گا

ترکیبوں سے اُلجھن سے نکل پائے گا

معلوم نہ ہوگا رازِ یک ذرہ کا

اور عمر کا آفتاب ڈھل جائے گا

(۱۷)

اس دہر میں اک نفس کا دھوکا ہوں میں
بجلی ہوں بگولا ہوں چھلاوا ہوں میں
گھبرائی ہوئی ہے جس پہ روحِ گیتی
ہر ذرہ پکارتا ہے دنیا ہوں میں

(۱۸)

صدہا شکلیں ہیں پھر جو شے خود بھی نہیں
سو بھید زباں میں ہیں اور اپنے خود بھی نہیں
لاکھوں موجود و لاکھوں ہیں مگر زندہ نہیں
دنیا بھی نہیں جز زندہ بھی موجود بھی نہیں

(١٩١)

موقوف نزاعِ کفر و ایماں کر دوں
اضداد کا رابطہ نمایاں کر دوں
اپنے دل سے اگر اٹھا دوں میں نقاب
کیا دیر ہے، بُتکدہ و حرم کو ویراں کر دوں

(١٩٢)

اب راز حقیقت ہے نہ آئینِ مجاز
اے سلسلۂ تنگ، تری عمر دراز
بُتخانے چلا گیا میں دل کی جانب
آتی ہی رہی دیر و حرم کی آواز

(۱۲۱)

چھالا سا ٹپک رہا ہے میرے دل میں

شعلہ سا بھڑک رہا ہے میرے دل میں

ہر چند تری یہ کچھ نہیں ہوتی ابھی

ہر ذرہ کھٹک رہا ہے میرے دل میں

(۱۲۲)

ہر راہ میں شب خون ہی دیکھا میں نے

انسان کو مطعون ہی دیکھا میں نے

وہ دشمن عقل ہو کہ دارا ۔ سکندر

دیکھا ہے جسے مجنون ہی دیکھا میں نے

(۱۳۳)

ہر علم کو یاں قلیل پایا میں نے
ہر راہ کو بے دلیل پایا میں نے
اللہ کی مخلوق پہ ڈالی جو نگاہ
انساں کو بہت علیل پایا میں نے

---

(۱۳۴)

راحت کا بجز غم کے کوئی مفہوم نہیں
بیتی کس طرح دل پہ یہ معلوم نہیں
اللہ کی مخلوق میں واللہ اسے یقیں
انساں سے بڑھ کے کوئی مظلوم نہیں

(١٠٢)

پامال خزاں طرب کا گلشن ہو جائے
چنیں سرِ شک پھول سے دامن ہو جائے
سب دل کی تمنائیں نکل جائیں اگر
انسان کو زندگی اجیرن ہو جائے

(١٠٣)

اک قطرہ سے ہوا ہے، اور کچھ بھی نہیں
تشکیل کا سلسلہ ہے، اور کچھ بھی نہیں
کہتا ہے بڑے فخر سے انسان یقین
کیڑے کا ارتقا ہے اور کچھ بھی نہیں

(۱۲۹)

بس آدمی ہیں کوئی معصوم نہیں
احساس کمی قلب میں معدوم نہیں
اس فیض ازل سے جب کہ مشخص ہیں گناہ
صد شکر کہ اُن زور بھی محروم نہیں

---

(۱۳۰)

دامن کو ہمیشہ[1] تر کیا کرتا ہے
دریا تری آنکھوں سے بہا کرتا ہے
ہمیشہ اہل کو جہان و دنیا ہے
تا حشر جواب طائیہ کیا کرتا ہے

[1] حضرت فانی بدایونی خاص طور سے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۳۲)

جب وقت جھلکتی ہے مناظر کی جبیں
راسخ ہوتا ہے ذاتِ باری کا یقیں
کرتا ہوں جب انساں کی تباہی پہ نظر
دل پوچھنے لگتا ہے خدا ہے کہ نہیں؟

(۱۳۳)

ساغر ہے ازل سے دُرد سے خالی تیرا
گلشن ہے رہینِ پائمالی تیرا
افسوس کہ اس دہر میں اے نوعِ بشر
وارث نظر آتا ہے نہ والی تیرا

(۱۳۵)

لِلّٰہ! منہ آنسوؤں سے دھو لینے دے
رومال کو اشکوں سے بھگو لینے دے
انسان، اور انساں کی مجبوری پر
جی کھول کے اے ندیم! رو لینے دے

(۱۳۶)

کھلتے ہی گلاب، خار ہو جاتا ہے
ہنستے ہی بس، اشکبار ہو جاتا ہے
پیدا ہوتے ہی تیرہ قسمت انساں
اے موت! ترا شکار ہو جاتا ہے

(۱۳۲)

جاتا نہیں دیکھی ہے جادو دائین
ریتی ہے بدل بدل کے زانوائین
پھری ابن سوت سے جہاں تاں
جاتی ہے کیا کیا کے پہلوائین

(۱۳۸)

دل تشنہ ہیں ہے عرق جو دو اے ساقی
ہے دوش ہوا پہ ابر جو دو اے ساقی
شب ہے شب خواب ناز بہار ہے یہ
ہاں جلد کچھ ذرا دو اے ساقی

(۱۳۱)

اس دہر کا بندوبست دیکھیں گے اگر
شایان فن تیغ و شکست دیکھیں گے اگر
ہو جائے گی اک سطح زمین خود سے ہموار
دنیا کے بلند و پست دیکھیں گے اگر

---

(۱۳۲)

سستی سے کہوں کہ راہ پیما ہوں میں
قادر ہوں عمل پہ کار فرما ہوں میں
دنیا کے اشاروں پہ جو چلتا ہے سدا
اسباب ہوا و شر کا وہ تنکا ہوں میں

(۱۴۷)

ضدوں سے اگر عالم کا مسند چھوڑا

مسلم نے بھی راستی کا مشرب چھوڑا

پنڈت نے اگر بناؤ یا بت کو توڑا

ملا نے خدا کو بت بنا کر چھوڑا

(۱۴۸)

ہاں فرد و عمل سیاہ کرتا ہوں میں

ہر سانس میں سو گناہ کرتا ہوں میں

اس پر بھی امیدوار بخشش ہوں بجاہ معصوم

نظرت آئینہ کو گواہ کرتا ہوں میں

جلوؤں کی ہے بارگاہ میرے دل میں

غلطیدہ ہیں مہر و ماہ میرے دل میں

اِس دَورِ خرَد میں عشق گُم ہو جاتا

مِلتی نہ اگر پناہ میرے دل میں

(مُصنّف)

واقعات پردے میں ہیں اور واردات کا غسذ پہ

کس میں "واقعات" بیان کرنے کی ہمّت ہے کہ

"واردات" کی نقاب اُٹھ جائے ؟

مچھلیاں زیر آب ہیں، اور حلقے سطحِ آب پر

کس میں غوطہ لگانے کی طاقت ہے، کہ مچھلیوں کا آب

ورنگ معلوم کرلے ؟

(۵)

کیا عشق کا معجز اثر ہے اللہ اللہ

اپنے سے وہ بے خبر ہے اللہ اللہ

تزئین ہے زانوئے ارمان جس کا

قدموں پہ مرے وہ سر ہے اللہ اللہ

(۶)

دل سینۂ نازک میں مچل جاتا ہے

چتون تری آنکھوں کا ابل جاتا ہے

اللہ رے سوزِ غم کہ میرے آگے

پھولوں کا ترے رنگ بدل جاتا ہے

(٧)

اے شمع تو غم سے جان کھونے والی
اشکوں میں جدائی کے ڈبونے والی
حاصل ہوا تجھ کو سوز و عشق ثبات
اے پروانہ تیرے لیے ہیں سب کے رونے والی

(٨)

نغمے ترے فریاد و بکا ہوتے جاتے ہیں
جو اشک تھے پیدا و بکا ہوتے جاتے ہیں
راتیں یہ جدائی کی مرادوں سے ویران
افسوس کہ برباد ہوتے جاتے ہیں

(۹)

کہنا یہ ترا سینے سے آئی ہے

رانوں کی طبیعت اور گھبرائی ہے

اُف سینے سے نامہ اور پھولوں کی مہک

ہے پاس میں اک کھانسی کی چھیچھائی ہے

(۱۰)

رنج ہے یہ ترے قلب تپاں کا تیغ

اشک ہے یہ ترے تن بے جاں کا تیر

غلطاں ہے آوارگی تیری آنکھوں میں

یاں تیر ہے ابر خزاں کا تیغ

(۱۱)

اٹھتی ہی نہیں شرت جواں سے نگاہ
بنتی ہی نہیں بنائے سے زلف سیاہ
دو آتی بلائیں ، اور ہیں پہلو میں
یا رب ، الہٰ ، یا خدا ، یا اللہ

(۱۲)

آواز میں غلطاں ہیں یگانہ ہیں گویا
گردوں میری جا ، تیری آہ نہیں گویا
ایسا کہ ابھی اٹھ رہی ہیں یہ نظر
آنکھوں سے نکل رہی ہیں آہیں گویا

(۱۵)

انکار ترا ہاتھ رہا حافظ عالم
کوندا رُخ پہ پلک رہا حافظ عالم

افسوس وہ عہد شوق جب دل میرا
سینے میں ترے دھڑک رہا حافظ عالم

(۱۶)

رگ رگ میں لگی ہے تیری خوشبو اب تک
واللہ مجھے نہیں ہیں آنسو اب تک

اے رشکِ چمن جدھر بٹھایا تھا تجھے
ویران ہے اُس دن سے وہ پہلو اب تک

(۱۹)

ہے صبح افق سے جگمگانے والی
دنیا سے پیام ان کا لانے والی
جا پہنچی ہے کیا چاند تاران سے کہیں
اب رات ہے وہ گھڑی ہے جانے والی

(۲۰)

پھر صبح کی تازگی سے لیتی ہیں
پھر اپنا گریبان آپ سیتی ہیں
کل ملنے کا وعدہ ہے تو جیتے او ظالم
ہم اور بھی ایک دن جی لیتے ہیں

(۴۱)

وہ آئے نہیں جی کے گزرناں ای پیدا
جب بند زباں ہے تو نہ تھا ای پیدا
باوصف کمال دیدہ ناموس جنوں
دیکھیے کہ ہے ظلم تو دیدہ کرناں ای پیدا

(۴۲)

اے رونق لالہ زار واپس آجا
اے دولت برگ و بار واپس آجا
ایسا بھی کہیں تنہا ہے بچمن بدو پیش
اے نازش نو بہار واپس آجا

(۲۵)

پیٹ ان بدوں گھٹا جب امنڈ آتی

وقت کا جگ ان بدوں جا دوڑ آتی

ہلکا ہلکا دھواں کیچ سے اٹھا

سوندھی سوندھی زمیں سے خوشبو آتی

(۲۶)

سانجھی میں گھٹا کے ڈھل رہا ہے کوئی

پانی کے دھوئیں میں جل رہا ہے کوئی

گردوں پہ ادھر جھوم رہے ہیں بادل

سینے میں ادھر مچل رہا ہے کوئی

(۲۹)

ہیں رات گئے اٹھا ہوں سوتے

آنکھوں کو بر اعمال ہے روتے

تارے کے قریب یا ہو زیب اے کاش

پر وقت سحر کے قریب پہنچی یا تے

(۳۰)

وہ دیکھئے اور سسکیاں بھر جاگے

حسرت ہے کہ قدموں پہ کسی کے مرتے

اے باد صبا اتنی تو ان سے کہنا

ہیں تا بہ دل انتظار کرتے

(۱۵س)

جو دل باندھتے جو پیش نظر آتا ہے

ہر شعبدہ و جادو پیش نظر آتا ہے

اے نازنین کائنات آ تیری خاطر

آنکھوں میں آ کر جو پیش نظر آتا ہے

(۱۶س)

دل یا عقدہ مشکل کو وا کر دیتا ہے

ہر حضرت کامل کو وا کر دیتا ہے

یاران کو جو مشغول بہ تنبیہ سے ہوا

ہم یاروں سے قابل کو وا کر دیتا ہے

(١٠٣)

صحرا میں چھوٹی سی کی دل بیچ جل جانا ہے
پیاسی نیں کھیتی کو ترس جاتی ہے
حیراں ہوں کہ کس طرح گھٹن کی گھٹیں
رخسارۂ جاناں میں بدل جاتی ہے

---

(١٠٤)

گلشن میں بہاراں سے یہ آثار پیدا ہے
تخیل کا جو نقش ابھر آیا ہے
اور سے جو بے کلی سی و لالی کو تسخیر
تجھ شبنم میں جھلیاں کی لطف آیا ہے

(۱۴)

آلام سے ہے نجات تیرے دل کو
چھینی نہیں کائنات تیرے دل کو
زیبا ہے جو پردۂ تغافل میں نہاں
حاصل ہے وہ التفات تیرے دل کو

(۱۵)

جب تک کہ کھلی ہے راہ میرے دل میں
ہر داغ وفا ہے ماہ میرے دل میں
بدلی نہیں جو عمر کی تنگی سے ہوس
پیوست ہے وہ نگاہ میرے دل میں

(۴۳)

گردن میں مری پڑی ہیں باہیں تیری
ہاتھوں سے نکل سکیں نہ آہیں تیری
واللہ کہ اب مجھ پہ ہے نیند حرام
ہنگام سفر ہائے نگاہیں تیری

(۴۴)

میداں میں ہے چھٹپٹے کا دھندلا سایہ
گردوں پہ شفق بدل رہی ہے پیرایہ
گرد آن میں لگ گئی ہیں لوک آن میں چال
کیا جانیے اس وقت ہے کس حال میں وہ

(۱۵۹)

پھر دل میں چیونٹی کا راج دیکھا میں نے
پھر قرن چیونٹوں پہ تاراج دیکھا میں نے
پلٹا جو سفر سے گھر تو ادراک کے سب
اپنی جانب پھر آج دیکھا میں نے

(۱۶۰)

ظاہر میں کدورت ہے صفائی ہے یہی
ٹھکرانا ہے دل کو دلربائی ہے یہی
بیگانہ روشی پہ یار کے طلسم کی نہ جا
نادان! یہ کمال آشنائی ہے یہی

(۵۹)

نقش فرقت ابھار دے گا دل پہ
سارا غصہ اتار دے گا دل پہ
اس در سے اٹھاتا ہی نہیں آنکھیں شاہ
دیکھوں گا تو نیک مار دے گا دل پہ

(۶۰)

بے تابیِ فراق اور یہ سیاہی توبہ
اک جان اور اس حد کی تباہی توبہ
وہ بوجھ ہے سر پہ کہ عیاذاً باللہ
وہ ہیچ ہے دل اس پہ کہ الٰہی توبہ

(۵۴)

مایوس ہوں ذوق خوشدلی کی سوگند
بیزار ہوں ہے موت زندگی کی سوگند
ہر چیز نظر آتی ہے دھندلی دھندلی
فرقت کی اداس چاندنی کی سوگند

(۵۵)

کیا آج تعارف ہی میں لجایا کوئی
کیا جانے کیوں سنبھل نہ پایا کوئی
رہیں نے جھجک کیا تپش سے جھجک کہتے ہیں
آنکھوں کو جھکا کے مسکرایا کوئی

(٥٥)

لازم ہے دوائی ہمدم وفا یاد رہے
ہاں لعل لب و زلف رسا یاد رہے
جھگڑا یہ ہے نوع بشر کی تقدیر
ہر عہد جوانی میں خدا یاد رہے

(٥٦)

پھولوں کی یہ تازگی یہ سبزے کی بہار
قربان ترے اے نگار شیریں گفتار
اللہ ری کھنکتی ہوئی آواز تری
جیسے یہ ہو صحیح اشرفی کی جھنکار

(۵۷)

اللہ رے یہ مستی جوانی کا نکھار

ہر نقش قدم پہ سجدہ کرتی ہے بہار

اس طرح وہ گلشن سے گزرتی ہیں کہ گل پر

پڑتی ہے ہری دوب پہ جیسے ہلکی پھوار

(۵۸)

کیوں بال ہیں اس طرح پریشاں تیرے

کس غم سے ہیں نم دیدۂ حیراں تیرے

جس طرح کسوٹی پہ ہوں سونے کے خطوط

یوں رُخ پہ جھلک رہے ہیں ارماں تیرے

آں قوم کہ سجّادہ پرستند خرند
زیرا کہ بہ زیرِ بارِ سالوس درند
ویں از ہمہ طُرفہ تر کہ در پردۂ زُہد
اسلام فروشند و ز کافر بترند

قبروں پہ مُریدوں کو جُھکاتے رہیئے
ڈھولک پہ سیفہوں کو نچاتے رہیئے
اللہ اگر رُوٹھ رہا ہے، رُوٹھے
کیا اِس سے غرض عُرس مناتے رہیئے

(مصنّف)

(٣)

عبرت کی نظر سے آسماں نے دیکھا
جاری کہیں ایک کارخانے دیکھا
شیطان کی انگلیوں میں گردش کرتے
زہاد کی تسبیح کے دانے دیکھا

(٤)

اے شیخ کبھی تو رنج اٹھایا ہوتا
اس دل پہ کبھی تو زخم کھایا ہوتا
اس طرح لگاتا نہ دما دم ضربیں
یا یا دل اگر کہیں لگایا ہوتا

(۵)

مجرا ہیں ہمیں سزائیں دینے والے
طوفاں ہیں جو سفینہ کھینے والے
واللہ کہ ارک و ہا ہیں بیڑوں کے لئے
نکالے ہیں خدا کا نام لینے والے

(۶)

نیکی کی ہمیں راہ بتاتے رہئے
اللہ سے ہر آن ڈراتے رہئے
پینے والوں کو کھینچتے رہئے بے دین
اور شوق سے مال غیر کھاتے رہئے

(۷)

وہ راستی میں تیغ ہیں ، ہم آشفتہ ہیں

ہر عیب سے وہ پاک ہیں ، ہم گنہگار ہیں

دیکھو وہ شکل سے کیا ہیں ، ہم کیا ہیں شیخ

گویا وہ خدا ہیں ، اور ہم بندے ہیں

(۸)

کیا یہ تحیر کی فراوانی ہے

ناقابل شرح دل کی حیرانی ہے

شیخ پیتے ہیں گرتے سے دور اب تو شیخ

صہبا بھی ہے ، اور شکل بھی انسانی ہے

(۹)

ہم دیکھ کے بھوتوں کو کیا کہتے ہیں؟

اتنا ہی کہ اب تک بھی علی کہتے ہیں

لیکن یہ غلام زادہ اب ریش دراز

موقع ہو تو بندے کو خدا کہتے ہیں

---

(۱۰)

افسوس کہ یہ سیم و زرِ دنیا لیتے ہیں

سب تیری عقیدت کا صلا دیتے ہیں

منعم! یہ کبھی نہیں لگا سکتے ہیں

پیسے تری جیب لگا لیتے ہیں

(۱۱)

بے ریش کو اوران بلہ کھالی جائے

شفاف اتری یہ دل کے چھالی جائے

چھپی چھپی بُرے وہ درازی اس کی

اتنا ہی گناہوں کو بہالی جائے

(۱۲)

اتنا ہی نہیں کہ حب دنیا دیتے ہیں

انسان ہی کو دھوکے میں پھنسا دیتے ہیں

پیدا یہ کرادو صفیں باندھ کے جبیں

تو حضرت حق کو بھی دغا دیتے ہیں

(۱۳)

ہر رنگ میں یاں ابلیس سزا دیتا ہے
انساں کو بہر طور دغا دیتا ہے
کرتے نہیں گنہ جو جنتی ہیں اُن کو
بے روح نمازوں میں لگا دیتا ہے

(۱۴)

آنکھوں میں لئے پردۂ ریا بیٹھا ہے
مسند پہ بصد فخر تنا بیٹھا ہے
عصمت کو جہاں ہے اعترافِ عصیاں
وہ زعم میں معصوم بنا بیٹھا ہے!

(۱۵)

قطرے میں ترے دریا ہے جیسے جھول گویا

چنبیل میں ہے خوشبوی کا فسوں گویا

زاہدا ترے عکس میں ہے تشکیل ایں آں

غلطاں ہے زمیں پہ ترے گنج قاروں گویا

(۱۶)

جنت کے قصروں پہ جان دینے والو

گندے پانی میں ناؤ کھینے والو

ہر چیز پہ چاہئے تمہیں غور قریب

اے اپنے خدا سے خود لینے والو

(۱۷)

اے شیخ! نہ مجھ سے پوچھ حالتِ پیری
دنیا سے نزال ہے طبیعت میری
تشنیعِ حیات ہے تری صوم و صلوٰۃ
تعمیرِ حیات ہے عبادت میری

(۱۸)

ہاں جرم ہے پوچھ، ان کی خطا کیا ہے
سن مجھ سے یہ باتیں کہ قضا کیا ہے
واللہ کہ معصوم ہیں رندانِ خراب
ان پر تو بہشت اور ایسا کیا ہے

(۱۹)

پیرانِ حرم صیدِ گنہگاری ہیں
مشتاقِ قسمِ عزّتِ ریاکاری ہیں
زنہار وسے اور وجودِ باری کا سوال
یہ لوگ تو منکرانِ اقراری ہیں

(۲۰)

اے شیخ! بلندیِ نظر ہے طاعت
منجیقِ ہوا سے بحر و بر طالعِ عزت
ہے اب بنا دی گئی انساں کے خطیب
اعلانِ بزرگیِ بشر ہے طاعت

آمد سحرے ندا ز میخانۂ ما
کہ اے رندِ خراباتیٔ و دیوانۂ ما
برخیز کہ پُر کنیم پیمانہ زمے
زاں پیش کہ پُر کنند پیمانۂ ما

خیّام کے نام

(۱)

ہے تیسا سا ابر کہ آفتاب بنتا ہے

پنچھیرا زرد سا لال سا بنتا ہے

بانگ صبح گو آ رہی ہے پیاری کی صدا

بیدار اک جوئے شراب بنتا ہے

(۲)

گردوں پہ ہے صبح کی جھلک اے ساقی

اودی سی گھٹا ہے اور دھنک اے ساقی

پڑتی ہے پھوار ارغنوں لے اے مغنی

پتیوں پہ ہے بوندوں کی کھنک اے ساقی

(۳)

ساقی تجھے بیش و کم سے ڈرتا کیوں ہے

میں رند بلا نوش ہوں ڈرتا کیوں ہے

تر کون و مکاں کو رکھے تشنہ پیے

اور میں پیوں رکھ کے ہاتھ ڈرتا کیوں ہے

(۴)

گلشن کی روش پہ مسکراتا ہوا چل

پربت پہ گھٹا سے اٹھلاتا ہوا چل

کل خاک میں مل جائیگا یہ زور شباب

تو آج تو بانکپن دکھاتا ہوا چل

(۵)

رستے پہ نو دیوجال ہے یا نہ ہے
پیچ پہ جو بستان ہے یا نہ ہے
پنچھی ہیں سرے جھونپڑا او خانہ خراب
معلوم نہیں وہاں اب ہے یا نہ ہے

---

(۶)

ہے شمع تو شمع طور کر دے ساقی
اے ظلمت شب کو نور کر دے ساقی
ہے حجت کن دور سے ہے دنیا میں بہار
سرسبز کو کچھ دور کر دے ساقی

(٧)

آ دو ہام و یقین میں فرق کرو اے ساقی
آمر وہ ہیں یاس کو برق کرو اے ساقی
اس وسوسۂ ارض و سما کو لائیہ
آٹھ پہر کل گزراں میں یقین فرق کرو اے ساقی

(٨)

تقدیر سے وقت کیوں نہ لولوں ساقی؟
کیوں دل کی گرہ فلک سے نہ کھولوں ساقی؟
یہ بادہ تو ہونا ہے بہر حال اب
ہے جام بھر آ بادہ تو ہو لوں اے ساقی

(۹)

میداں میں پیاپے چھٹکے بادل ساقی
بجلی پپیہا ہے رعد کی چھاگل ساقی
بھرو اے سر پیمانۂ زریں پہ شراب
قبل اس کے کہ ابر بھر دے جل تھل ساقی

(۱۰)

ہاں دیکھ تو یہ لاف و گزاف اے ساقی
یہ بات ہے کس درجہ خلاف اے ساقی
اللہ کے معصوم گنہگاروں کو
بندے نہیں کرتے ہیں معاف اے ساقی

(١١)

طغیانِ زوال میں بھی دکھاوے مجھکو
عصیاں کا مآل میں بھی دکھاوے مجھکو
سوگندِ جمال کی، نہ چھوڑوں دل کا شراب
آثارِ جلال میں بھی دکھاوے مجھکو

(١٢)

مغلوبِ جہِ اصطلاحِ ایماں کر دے
فردوس کو زینتِ طاقِ نسیاں کر دے
ساقی ہے شفق ہے چمن ہے جاڑا ہے
اِس لطف پہ سوا دھار قسم باراں کر دے

(۱۳۰)

ساقی کا ہے رنگ لطف سے اڑا ہوا

مرتے سے بھی اک اشارا سے اڑا ہوا

آدم کا ہیں ناخلف ہیوں فرزند اسچوں

عصیاں سے آگ سے بھی گمن سے اڑا ہوا

(۱۳۱)

ساقی قدح بادہ گلگوں ، لائیں

عالم میں سب لئے ہوئے دل اکثر سیاہ

ہیں اور تصور بہشت و کوثر آبا

لاحول و لا قوۃ الا باللہ

(۱۵)

یہ وقت ہے وقت ہاؤ و ہو اے ساقی
ہر بات ہے غرق رنگ و بو اے ساقی
دے جام پُر از، اس وقت کی کچھ ہو سو نہ گریز
جب وقت نہ میں ہی ہوں گا، نہ تو اے ساقی

(۱۶)

دریا کا شب تیرہ میں جھلکنا کیا ہے
رخسارۂ ساقی کا جھمکنا کیا ہے
ساحل پہ دہکتے ہوئے پیمانے ہیں
یا گھلتے ہوئے سونے کا چھلکنا کیا ہے

(۳۳)

یہ زمزمہ ہے کیفِ عشقِ مستاں
یہ وقت ہے آزادئ بیتاب کا جاں
مبہوت ہوئے روحِ فریبِ مہ و سال
معدوم ہوا ہے ماضی و مستقبل و حال

(۳۴)

جاری کا اس وقت ہے بصد گردشِ جام
معمورۂ ارواح سے پیغامِ سلام
شق ہوئے اگر نہیں ظلمہ کلمات
لو ہے اسے وجہ ذوالجلال و اکرام

(٢٥)

مستانہ پئے مری رباب رکھ دے ساقی
بھر کر قدح شراب رکھ دے ساقی
گل کر کے چراغ علم و دانش للہ
اس طاق میں آفتاب رکھ دے ساقی

(٢٦)

مجروح ہے تیر لطف سے اوقات اے دل
شعر شیریں یہاں ہے خرافات اے دل
رونا ہے کہ وقت صبح رونا ہوگا
خاموش کہ باقی ہے ابھی رات اے دل

(٣٧)

انفاس حیات یوں نہ گن اے بادہ پیما

تا چند یہ بیش و کم کرو گے بادہ پیما

پیمانہ بھرا ہوا ہے اور عمر کم ہے

بیکار نہ ہو اک قطرہ اے بادہ پیما

(٣٨)

ساقی! مجھکو رواں دواں جاتا ہے

اس بزم سے کل کشاں کشاں جاتا ہے

یہ تو ہے کہ پیتا ہی سے جائے گا یقین

جب یہ بھی نہیں معلوم کہاں جاتا ہے

(٣٣)

تا خیر نہ کر ساقیِ شیریں حرکات

باغوں کی طرف رواں ہے لیلائے حیات

کر دے ساقی کو ترے تصدق اک جام

اب پاؤں رکاب میں ہے اور باگ میں ہات

(٣٤)

ہے آدمی کی آدمی جیت عیش و تپس اے ساقی

باقی نہیں اب کوئی ہوس اے ساقی

یہ چلا ہوا آسمان — ساغر موقوف

وہ آگیا اب عرش — بس اب اے ساقی

(۴۴)

جو ہم کو نہ پینے دے وہ نظر دوست ساقی
بیگانہ ہے دل سے نہ جوہر جبتِ ساقی
قائل ہے سکوں کا نہ تیز تر احساس لطیف
اس تیغ کی باڑھ ہے سکندر دستِ ساقی

(۴۵)

ابھی نہیں یہ دراز دستی کا خاموش
انصاف سے دیکھو اب یہ پستی کا خاموش
یہ شور و شغب بادہ پرستی کے خلاف!
خاموش ہیں اب عہد زبردستی کا خاموش!!

(۱۴)

پیری آمد ہے گو دو دن کا شباب باقی
تن ہو چکے بہاراں کا رہا باب باقی
دنیا کی لذتیں ہیں اور عقل آگئی ہے
فصلِ بہار ہے شراب ہے شراب باقی

(۱۵)

گو میرا وجود ہے بیان عین تن
ہے یہ بھی کہ روح عالم بیں
سمجھا ہوں بجا عقود متکلم صبح
پاتا ہوں میں ہے درمیان وطن

(۱۴۳)

قمری کے بلبل سے نشیمن اپنا
فردوس پہ چیں بدوراں ہے گلشن اپنا
تیرا تو بسیرا کا چھوڑے گا نہ وہ گھر
اچھا ہو یہ کھینچ دو دل میں دامن اپنا

(۱۴۴)

جی جاتے ہے مرا بھر نہیں سکتا ساقی
ہستی ہے سبھی وہ رہا نہیں سکتا ساقی
جب باقی رہے گا وجہ ذوالجلال والاکرام
واللہ کہ میں مر نہیں سکتا ساقی

(۱۴)

وہ جام کہ ہو تشنہ لبی سے سونا ساقی
انسان پہ آیا ہے رونا ساقی
مقصود عمل کیا ہے؟ حصول مقصد
مقصود حصول کیا ہے؟ کھونا ساقی

(۱۵)

وہ بادہ کہ ہو عقل معطل ساقی
اک شے بھی نہیں یہاں ایسی مکمل ساقی
تفصیل کی مملکت میں دل تنگ ہوں میں
اجمال کی سلطنت میں لے چل ساقی

(۴۹)

انجام بزم طرب کا دور آخر کیوں ہوا

پیمانۂ دل گر غم سے بھرے کیوں ہوا

ناچیز سے یہ تشنگی بیش ساقی

ارمان دور مے سے دور مے ساغر سے کیوں ہوا

(۵۰)

اب بزم سے بھی دنیا میں کہاں ہیں ساقی

بے کسی تری جانب نگراں ہیں ساقی

ہم کو نہیں آرزوئے جام شراب

ہم جام ہیں تو جو ایماں ہیں ساقی

(۵۳)

رندی میں بیاں نہیں ہے کم نگاہی ساقی
قرآں میں وہ شان ایسی کج کلاہی ساقی
اللہ کا بندہ ہے تعلق ہے جہاں
واں سر میں ہے اوامر و نواہی ساقی

(۵۴)

کیا شے ہے سفینہ کہ سکوں کا لنگر نہیں
ساقی ابھی دادو سکوں کا لنگر نہیں
بے جام کہ اتنا ہی نہیں ہے معلوم
کہ اور بھی باتیں ہیں سکوں کا لنگر نہیں

(۵۵)

ہم پھول کو سو جام پلانے والے

ہم ذرے میں سو جشن منانے والے

ہے سیل آب نشاط و جام سے گل ہے مقصود

اے عالم آب و گل میں لانے والے

(۵۶)

اٹھو، چھا گئے آسمان پہ بادل کالے

چل جھوم کے دریا کی طرف متوالے

قبل اس کے کہ گلدزنی کرے سیل اجل

ساحل پہ ہواؤں کے تھپیڑے کھا لے

(۵۷)

یہ زمزمہ، یہ رات ترے سنگ ہائے

ساقی! یہ چلت پھرت ترے سنگ ہائے

حلقے سے نیاری ہیں یہ بن پئے شراب

اے واعظ سے والے اکرت ترے سنگ ہائے

(۵۸)

ممکن ہے کہ اب جشنِ خرابات نہ ہو

اس رات کے بعد پھر کوئی رات نہ ہو

ہمراز ہے گل، لب ہیں، جام ہے، والو

ممکن ہے کہ اب کبھی ملاقات نہ ہو

(۵۹)

کیا پیش حق کیا بتائیں زہد و عصیاں کس کر دوں؟
اضداد کی توحید ہے یاں کس کر دوں؟
ابہام ہے قید شہیر سے کرتا بسمل
کیا حق سے جھگڑ کر عریاں کر دوں؟

(۶۰)

صہبا میں سفینہ دل کا کھول ساقی
مینا سے شراب و رنگ لے گھول ساقی
قلب اس کا یہ ہے کہ بہ نظام انفاس
ہر وعدۂ عمر کی سانس تول ساقی

(۶۱)

مے یا آتشِ تر، سوزِ نہانی کی قسم

جنگل میں بہارِ آبِ حیوانی کی قسم

مہکا ہے نفس کو جب لبوں سے لگ لے

ہے بے لبِ گلفام، جوانی کی قسم

(۶۲)

اے ہستی کے حاملو! خطا کے بندو!

اے غرض کے طالبو! ہوا کے بندو!

تا چند نہ بنو گے یوں مرکبِ عقل؟

ترکیب بھی سہی، بنو خدا کے بندو!

(۶۳)

دل کی کبھی ہے طرز ترنم و راہ ساقی
تارا ہے کبھی اور کبھی ماہ ساقی
وہ بادہ کہ ہے اک جرعہ کی سرمنزل
پاتی نہیں یقین و اشتباہ ساقی

(۶۴)

اور دل کو بتاؤں کیا ہیں گھاتیں اپنی
خود کو بھی سنا نہیں باتیں اپنی
ہر ساعت وقت ہے جمال سر وقت
قدرت سے چھپا رہا ہوں راتیں اپنی

(۶۵)

ہر آن جفائے قلب اُدھر جاتا ہے
ہر بات پہ تیرا سماں بکھر جاتا ہے
کرتا ہوں اُسے یاد اِک غنیمت ہیں شمار
جو لمحہ فراغت سے گزر جاتا ہے

(۶۶)

آیا تھا جو سامنے وہ عفریت گیا
بیمار نے والا تھا کہ حسیت گیا
یعنی اِس عالمِ فساد و شر میں
صد شکر کہ دن آج کا بھی بیت گیا

(۶۷)

پینے کو مئے ہوش رُبا لاتی ہے
نشے کے لئے سرود بجوا لاتی ہے
گھبرا گھبرا کے میں کہ تیری تقصیر
اس رات کو جنت سے چرا لاتی ہے

(۶۸)

ہاں مشغلۂ جام و سبو جاری ہے
اب تک وہی رسم ہاؤ ہو جاری ہے
کھائی ہے کچھ انسان سے ٹکر ایسی
ہر دین کے ماتھے سے لہو جاری ہے

(۹۶)

ہستی کی جب آگ سے دل نے تپا لی پیالی
گردن زہد و ورع کی نالی پیالی
دے نباؤ وہ اثر اصطلاح ہوء و تا کیوں پیالی ہے
انسان تو ہے جسم کا پیالی بالی

---

(۱۰۵)

آدمی کی سرشت کو خدا را سمجھان
ہیچ ہے اور جرم و خطا کا پشتان!
آتی ہے طرب بہت کرم ہی جسے ہیں
انسان کی نجات کے ہزاروں فرمان

(۱۷)

رندوں کو دوا ہے کامرانی ساقی
ہے روز جزا فقط کہانی ساقی
جنت میں اگر ہوئی کمی پانی پہ بہشتی بالفرض
دے گی جواب نوجوانی ساقی

(۱۸)

پی جلد کہ کلیاں ہیں چٹکنے والی
راہوں میں ہے بوئے گل بھٹکنے والی
ہشیار کہ مژگان جہاں سے اتری ہے
ہر شے کی طرح ہے اب ٹپکنے والی

(۳۷)

یہ زمزمۂ آب و ہوا سے کچھ بھی نہیں

یہ بارگہ ارض و سما سے کچھ بھی نہیں

ہاں جابجا اٹھا جام کہ یہ بزم سرا

اک سانس کی مہلت کے سوا کچھ بھی نہیں

(۳۸)

یاروں کے نہیں ہیں ہوش ٹھکانے ساقی

بیکاروں میں ہیں پیچ سے ایسے زمانے ساقی

انگور و کھجور و حور و غلمان و قصور

سب دور کے ڈھول ہیں سہانے ساقی

(۵۵)

سینے سے گزر، عرش معلی ہو جا
پیدا کر خودی، روح صہبا ہو جا
ہاں! بجھ کے چراغ عقل اب جا نور بہ
ہاں ٹوٹ کے اے حباب! دریا ہو جا

(۵۶)

وہ شمع طرب کو غم نے لوٹا ساقی!
وہ ہات سے جام عیش چھوٹا ساقی!
ہاں جلد اٹھا جلد رباب و ساغر
ٹوٹا وہ حباب، عمر ٹوٹا، ساقی!

(۷۹)

بیتاب سا کر کے دل سے تاب و تب جاتی ہے

ہر غنچے سے لب لائے طرب جاتی ہے

ساقی! غم تیغ و تبر زیر فسردہ آتا ہے

دنیا ہے تو دے جام کہ شب جاتی ہے

(۸۰)

باغوں پہ وہ چھا گئی جوانی، ساقی

سنکی وہ ہوائے زندگانی، ساقی

ہاں جلد اُٹھ، جلد، جلد، جلد، ہستی کی ہوئی آگ

آیا وہ بسنت، آ، ہوا پانی، ساقی

(۸۳)

فردوس میں پریوں سے مگر فسانے پہ نثار
صد ساز خرد و دل کے ترانے پہ نثار
جمعیتِ خاطر پہ ہو جس کی بنیاد
تزئین ہیں اس ایک میکدانے پہ نثار

(۸۴)

یہ زہد و ورع، یہ اتقا کچھ بھی نہیں
یہ فضل و ہنر، یہ فلسفہ، کچھ بھی نہیں
دے بادہ کہ انتہائے علم اے ساقی
اقرارِ جہالت کے سوا کچھ بھی نہیں

(۸۵)

مخمور سے گیر و دار! توبہ، توبہ
انصاف کا خلفشار! توبہ، توبہ
انساں کی سرشت، اور قانونِ سزا!!
معبود کا اختیار!! توبہ، توبہ

(۸۶)

شعلے میں یہ طوفانِ رطوبت! تا چند؟
خورشید کی انجمن میں ظلمت! تا چند؟
اے کافرِ نعمت، اے جوانِ صالح!
تا چند؟ مشیت سے بغاوت! تا چند؟

(۸۹)

یہ باعث ہے کہ ناصحِ خوش اوقات
ایسے میں ذرا بھی سے کہنا کوئی بات
لوح و قلم و کرسی و عرش و افلاک
اس وقت گھرے ہوئے ہیں پانی میں ہیہات

(۹۰)

چھوٹی تاریک رات میرے دل میں
بد مست ہوئی حیات میرے دل میں
ساقی نے سبو سے اُٹھایا جو حجاب
گھر ہو گئی کائنات میرے دل میں

(٩١)

چہ ازیں صہبا، چہ فصیلِ بہاری ماہ

چہ زمزمہ، چہ عربدہ چشمِ سیاہ

کل تک اوریں دنیا میں تھا، اور اب دنیا

خود دیری کی تیلی ہے اللہ اللہ!

(٩٢)

وہ رات کہ گزر شراب و غلغلا ہے

وہ دیکھئے بہارِ صبا کا چلنا ہے

معشوقہ بیدار نغمہ کا وہ رہ رہ کر

آنکھوں کو دینے تتلیوں سے ملنا ہے!

(٩٣)

کل رات گئے مست تھی جب بوئے نسیم
شبنم میں نہا رہی تھی پھولوں کی شمیم
اک حور نے ساغر سے نکل کر یہ کہا
پیتے ہیں اروح سے تسنیم کش ارباب نعیم

(٩٤)

اُٹھ، اک نظر میں سیر کرا دے ساقی
دل آئینہ صفت ہے تیرا دے ساقی
کہتے ہیں جسے حیات آتش حیات
اس میں تن جاں کو نذر کرا دے ساقی

(۹۷)

کیا آج کی رات ہے، بہکی ہوئی رات
گاتی ہوئی چاندنی، بہکی ہوئی رات
ہاں اور پلا کہ بھیگتی ہے ندیم
بکھری ہوئی زلفوں سے بہکی ہوئی رات

(۹۸)

ہنگامۂ انوارِ الٰہی، دیکھو
گل رنگ ہے رات کی سیاہی، دیکھو
پہلو میں صنم ہے، اور شیشے میں صہبا
دیکھو، مستوں کی بادشاہی، دیکھو!

(۹۹)

کل رات کو کیا چین میں آیا ساقی
میرے شیون پہ گگن ایا ساقی
ہیں نے جو کہا مقصدِ ہستی کیا ہے
ساغر چھلکا کے مسکرایا ساقی

(۱۰۰)

وحدت کو ہے ناگزیر کثرت ساقی
جنت کو درکار ہے جلوت ساقی
زاہد کی نماز ہو کہ رندان کی شراب
دونوں کا مزا ہے باجماعت ساقی

(۱۰۱)

س

دل کی جانب رجوع ہوتا ہوں میں
سر تا بقدم خضوع ہوتا ہوں میں
جب باہر شمس غروب ہو جاتا ہے
پیدا بکف طلوع ہوتا ہوں میں

(۱۰۲)

ہستی کیا ہے اک بکھیڑوں کا بیانہ نہیں
جس طرح کہ روداد ہوا افسانہ نہیں
یا جیسے یکایک سے بیتی دل کا الہام
یعنی صبح کو آیا کوئی بیگانہ نہیں

(۳۰۱)

پیالے میں ہے جو بادۂ اسرار نواز

نغمے ہیں زمیں پہ آسماں پر آواز

پیالوں میں چھلک رہا ہے کس مستی شباب

اے میری شب بادہ پری عمر دراز

(۴۰۱)

اسرار زباں کھول رہے ہیں پیہم

رنگ و گہر تول رہے ہیں پیہم

اے نغمہ گران بارگاہ ساقی

جیب اپنی ٹٹول رہے ہیں پیہم

(١٠۵)

بجلی کا فلک کو حکم دیتا ہوا ہیں
بوجے تو ہیں سفینے کھیتا ہوا ہیں
جب وقت بدلتا ہیں آجاتا ہے
بنجا کو زمین دیکھ لیتا ہوا ہیں

(١٠٦)

بیلوں پہ چھلک رہی ہیں بوندیں باقی
پتوں سے ٹپک رہی ہیں بوندیں باقی
دے جام کہ ہے گھاس بھی سبز و تر
رہ رہ کے کھنک رہی ہیں بوندیں باقی

جُھکتا ہوں کبھی ریگِ رواں کی جانب
اُڑتا ہوں کبھی کاہکشاں کی جانب
مُجھ میں دو دل ہیں، اک تو مائل بہ زمیں
اور ایک کا رُخ ہے آسماں کی جانب

(مصنّف)

آئے گا نہ جانے کب زمانہ اپنا

آگے کئی صدیوں ہے ترانہ اپنا

قدرت سے مِلا ہے مجکو صدحیف یہ حکم

بہروں کو سُنائے جا فسانہ اپنا

(مصنف)

(۱)

خود اپنی ہی قربان سے معزول ہوئے ہیں

جب سب کہ سجے تو حریف وہ مقبول ہوئے ہیں

خود اپنی ہی تیغ سے ہوا ہے جو بہ ترتیب

اے اہلِ جہاں! او وطن و مقتول ہوئے ہیں

(۲)

سحر الاہم پہ گلشن کی بادِ آزادی ہے آج

دیدۂ چمن کی بادِ آزادی ہے آج

افسانۂ جمشید سے اور بستیوں کا چرچا ہے آج

اہلِ ادب وطن کی بادِ آزادی ہے آج

(٣)

مفلس ہوں مگر وارث فطرت ہوں میں
اسرار پیمبری کی دولت ہوں میں
اے لمحہ موجود ادب سے پیش آ
آئندہ زمانے کی امانت ہوں میں

(٤)

مانا کہ سبک خرام و خود کام ہے وقت
بربادیٔ تزئین کا پیغام ہے وقت
واللہ کہ میری ابدی محفل میں
پارے کی طرح لرزہ براندام ہے وقت

(۵)

کچھ اور ہی بہار سے ہے بزم آب و گل کی
اب بلبل ہے باغی کی نہ ہمت قفس کی
اب انس اٹھادی ہے الا کھوں پہ اب
سستی ہمت پہ پابندی اٹھا دی ہے دل کی

(۶)

جب راز حقیقت پہ یار ادا ہوگا
دل کو تو زنگ کا بھی نہ یارا ادا ہوگا
حیران ہوں کہ داغ شیب و تنگ پیری
سینہ میری غیبت سے کہو ادا ہوگا!!

(۵)

کیا عمر کے ساتھ جوش چلا جاتا ہے؟

کیوں پیری کے ساتھ ہی جذبہ ڈھلتا جاتا ہے؟

جذبات پہ جاتا ہے وقت پہ عمر سوار

کیوں عمر کے آگے نہ ٹکا جاتا ہے؟

(۶)

جب بھلے ہوئے انسان کو دیکھو تو ذرا

اس عقل کے نادان کو دیکھو تو ذرا

کس طرح آزار کے رکھتا ہے قدم

دریاؤں کے حیران کو دیکھو تو ذرا

Exallent.

(۹)

افسردہ نہ بن لوگ برا مانتے ہیں
منھ اُترے تو دوست اپنی جانتے ہیں
چہروں کی شناخت اہل دنیا کو نہیں
چہروں کی فقط یہ آب پہچانتے ہیں

(۱۰)

اب خواہش لذات نہیں ہو سکتی
اب دل سے عبادات نہیں ہو سکتی
درپیش سے اک کھٹکا سا رہا ہے دن رات
کہدو کہ ملاقات نہیں ہو سکتی

(۱۱)

تبلیغ کی دھن میں ہے رسالت حیران
تحقیق میں مصروف ہے شاعر کی زبان
تبلیغ ہے سُنّتِ رسولانِ سلف
تحقیق ہے سُنّتِ خدائے دو جہان

(۱۲)

ہر دل پہ تو اک بارِ گراں ہے اے دل
اوروں کے لئے وقت کہاں ہے اے دل
یہ غم ہیں ترے جو آہ بھرتے ہیں رفیق
یہ آہ تو ہر فن کا دھواں ہے اے دل

(١٣)

صفت ہستی میں کل صفات میری ہے
بے پردہ ہے جس میں ذات میری ہے
بجز ہے ہیں ایک حیات میری ہے ودیہ
جہاں جا بجا کائنات میری ہے

(١٤)

یہ ارض ہی کچھ ہے نہ سما ہے واللہ
ہر جنس و ترا ایک ادا ہے واللہ
اترو اگر کبھی ہو تو پتا ہوں وہاں
بندہ ہی یہاں ہے نہ خدا ہے واللہ

(۱۵)

یہ دبدبہ یہ رواق، اللہ اللہ

سرکار کا یہ طمطراق، اللہ اللہ

پیوستہ تر از فریب کھائیں احمق

دنیا ترا طمطراق، اللہ اللہ

---

(۱۶)

ماضی نے جھلک اپنی دکھائی کیا کیا

تاریخ نے کی جلوہ نمائی کیا کیا

نکلا جو بصد شکوہ سلطاں کا جلوس

شاعر کی گدائی نے رسائی کیا کیا

(۱۷)

راز کون و مکاں کا محرم ہوں میں
بیتاب ہوں، بے چین ہوں، بیمار ہوں میں
مجھ میں پایا ہے پرورش ارض و سما
گہوارۂ طفلک دو عالم ہوں میں

(۱۸)

قائم رہے یہ طور، یہ ممکن ہی نہیں
باقی رہے یہ دور، یہ ممکن ہی نہیں
احسان کیا ہے آج جب یار تو نے
کل وہ نہ کرے جور، یہ ممکن ہی نہیں

(۱۹)

انسان ہے بنا ہوا اژدرا، بھاگو
بھاگو، اِس جنون و جبر سے، بھاگو
پڑ جائے اگر پاؤں پہ رکھ دے سر بھی
لازم ہے کہ پاؤں سر پہ رکھ کر بھاگو

(۲۰)

ساونت ہوں کسی سے ڈرتا ہوں میں
دوزخ سے نہ زندگی سے ڈرتا ہوں میں
اِس طنطنہ و دبدبہ وری کے باوصف
دنیا! ترے آدمی سے ڈرتا ہوں میں

(٢١)

سب موسموں کی دل لگی سے ڈرتا ہوں میں
محشر سے نہ زندگی سے ڈرتا ہوں میں
اغیار کی دشمنی سے ڈرنا کیسا!
احباب کی دوستی سے ڈرتا ہوں میں

(٢٢)

موقع بھی مرے حسبِ فطرت دیدیں
قابو میں مرے، مری طبیعت دیدیں
پیچھے دوڑ، بینی کی وہ دشمنی سے جی لوں میں بھی
احباب بھی اگر اجازت دیدیں

(١٣٣)

احباب کی یہ ہنر اجدانی افسوس
پہ شکوہ دو پیش بدگمانی افسوس
جوش اور یہ عذر وے ارباب ادب!!
افسوس ہے اے سرشت فانی افسوس[1]

[1] حضرت فانی بدایونی دام

(١٣٤)

آئینۂ قلب کاش دھو لوں دم جب
سب کا جاگا ہوا ہوں اب سو لوں دم جب
دے آئی ادنیٰ جمعیت خاطر یارب
کچھ آئی ہوئی تقدیر پہ رو لوں دم جب

(۲۵)

پنجرہ و قیمت نہ دکھائے کبھی

اے دل! اے امید بر آئے کبھی

یعنی دنیا بہکائے نادانوں سے

داناؤں کو بھی گلے لگائے کبھی

(۲۶)

اے عطر کے دریا میں نہانے والو

ماہِ رمضاں کے ناز اٹھانے والو

اسلام کے صدیوں سے مجسم بردوش یقیں

بیدار ہو اے عید منانے والو

(۲۰)

کیا ور دن کی داد چاہتا ہے کوئی؟

تقدیر کو بدلنا چاہتا ہے کوئی؟

ہے کام پرائی ہے جو خفیف سی آواز

کیا زنجیر مرا سرا اب سنتا ہے کوئی؟

---

(۲۱)

کچھ لطف شبستان نہ اٹھایا اٹھا بھی

بیدل پہ تیر یہ سا آیا اٹھا بھی

ناگاہ نہی آہ بھی سر کی جیب

سب بات پہ چوٹ بس کیا اٹھا بھی؟

(۳۹)

تحصیل کی و تحقیق و تفتیش، عیاں ذرا بذرا انہیں

کس طرح زبان ہوئی حیران و بیتاب؟

الفاظ از بسکہ ڈال دیتے ہیں ایسے پیچ

جب وقت گزرتی ہے معانی کی سپاہ

(۴۰)

سمجھاؤں کس الفاظ میں تجھ کو یہ راز

اندیشہ کے وقت کا سوز و گداز

اس طرح دیکھتی ہیں یہ چمن میں کلیاں

اطفال کی ہچکیوں کی جیسے آواز

(۴۱)

بہارِ زیبِ گلشن گلستاں کا اے دل
اندازِ نرالا ہے عجب اس کا اے دل
کہتا ہے جسے داغ یہ قلب میں گل میں
در اصل تصور ہے خزاں کا اے دل

---

(۴۲)

جب رات کو چھوٹے ہیں بادل کالے
ظلمت میں پلکتے ہیں دلوں کے چھالے
قربان ترے اس وقت کی تاریکی میں
آشفتہ سحر سے دل کو چھونے والے

(٣٣)

عاطلاں اب ہیں جیسے شب میں ظلمت کے نکات

ہستی کا فسانہ کہہ رہے ہیں یہ ذرات

چھپ رہے ہیں یہ تارے دل کے ہمسر سخن

ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ جھلکی یہ ملاقات

(٣٤)

آئی ہے صبا چمن میں گانے کے لئے

کانٹے کو نہیں خون رلانے کے لئے

فریاد کرنا عاقبت اندیش سے کی

تیار ہوا دل ہی بہکانے کے لئے

(۴۷)

دریا کہ ہے تیغ زندگانی ہو جائے
شبیر اسیر تشنہ دہانی ہو جائے
ہاں یار عزیز ہے تیغ غداراں ہشیار
ممکن ہے کہ کل عدوئے جانی ہو جائے

(۴۸)

ارمان ہیں جس دل میں وہ آباد نہیں
شادی کی جگہ ہیں بے وہ شاد نہیں
ہے بند گراں گو تو نے زنجیر باوصف
اپنا جو غلام ہے وہ آزاد نہیں

(۴۹)

جو عشق سے غم کو زندگی کہتے ہیں
رونے کو نشاط و سرخوشی کہتے ہیں
لیکن غمِ دنیا پہ ہے جس کی بنیاد
اس آہ کو ہم مسخرگی کہتے ہیں

(۵۰)

ہر منظر زشت و خوب بھاتا ہے مجھے
ہر ذرہ نئی جھلک دکھاتا ہے مجھے
پھولوں میں بھی امتیاز کرتا تھا کبھی
کانٹوں پہ بھی اب تو پیار آتا ہے مجھے

(۱۱م)

بیگانۂ ابتدا نہیں ہوں شاید
ناواقف انتہا نہیں ہوں شاید
ہے طول حیات کی تمنا مجھکو!!!
اتنا ابدی ہے جتنا ابدی ہوں شاید

(۱۲م)

مرضی ہو تو شوق کو چڑھانا یارب
سو بار جو جنّتیں ہیں جلانا یارب
معشوق کہیں اسے بہاریں ہیں ہزار رنگ
ناچیز کو یہ دن نہ دکھانا یارب

(۳۳)

رقصاں ہے جو ہر اک روش پہ سیلاب حیات
روشن ہے گلشن میں گلستاں کی آیات
سرو و سمن و سنبل و نسرین و گلاب
اندر سے عروس رنگ و بو کے کلمات

۳۴

قائل ہے جو عدالت میں ازلی رفتار
ہوتا ہے ہر اک قدم پہ باطل سے دوچار
ہے قطع منازل پہ نہیں ہے قادر
جب تک کہ نہ ہو جھوٹ کے کانٹے سے بیدار

(۴۷)

بے پاس نفس میں ہے تو بلا میں پھنسنے والے

امواج نفس کا رو پہ بہنے والے

اللہ ری تیغ کو ادو شن اٹھ

اے گنبد بادیہ رہنے والے

(۴۸)

انصاف اے ہجر سے ڈرانے والے

اے وقت پہ دو کام نہ آنے والے

سیمیں حسن کے طلسم کا بانی

یوسف کو زلیخا سے بچانے والے

(٤٩)

دنیا بھی دود، کارِ دنیا بھی دود

دریا بھی دود، موجِ دریا بھی دود

ہر چیز ہے ہی دود، مگر دل کے طفیل

ہر آن میسر ہے مری لا ہی سے دود

(٥٠)

اسرار کا عقل میں ہے آنا دیکھو

ہر گام پہ تنویر سی کا آنا دیکھو

مشغول ہیں با چشمہ پیش پیران سخن

شعرا پہ صحیفوں کا ثبت آنا دیکھو

(۵۱)

جاری ہے گلوں کے درمیاں گفت و شنود

موضوعِ سخن لطافت ہے [illegible]

کھلتی ہوئی کلیوں پہ ہے تبسمِ صبح

اِس طرح تبسم ہے نگہ آتش آلود

(۵۲)

مجبور ہوں منہ سے کہہ نہیں سکتا ہوں

رشتے ہیں قوی توڑ نہیں سکتا ہوں

احباب ہیں منجملۂ عاداتِ قبیح

واقف ہوں مگر چھوڑ نہیں سکتا ہوں

(۵۳)

ہر راہ میں اک شور ہے راحت کے لئے
ہر گام پہ اک جشن ہے عشرت کے لئے
مخلوق کی جب تب و زیب ہے توبہ توبہ
ساری یہ اچھل کود ہے دولت کے لئے

(۵۴)

شیون ان کی ہیں گو شباب کا عالم ہے
پیری ہی عجیب ہے کا سیماب کا عالم ہے
آنکھوں نے تمام رات تارے لوٹے
اور صبح کو آفتاب کا عالم ہے

(۵۵)

قیدِ دل سے اُبل رہے ہیں غم کے سوتے
مرنے والے نہ کاش پیدا ہوتے
سکھ چین نہ پایا تو سو گئے آخر سرکار
آرام کی آرزو میں روتے روتے

(۵۶)

صد شکر کہ آگئے شہابی جاڑے
کلیوں میں بسے ہوئے جیالی جاڑے
بھینی بھینی رضائیوں کے قابل
ہلکے پھلکے چنچل گلابی جاڑے

(٥٧)

ہر شاخ میں کیا برگ و ثمر آئے ہیں
کچھ پھر سے بہار قدرت کے نظر آئے ہیں
یہ خاک گلستاں سے ہیں یا وہ جان پروانہ
جو برگ و ثمر بن کے ادھر سے آئے ہیں

(٥٨)

شاعر کا ہے دربار زر و گوہر سے
آنکھ ہے تو موتیوں سے دامن بھر لے
تیری ہی بیاض میں ہے اڑا لے روح جہاں
آ، اور یہ سمجھ دور سے سجدہ کر لے

(۵۹)

سنگی جو قریب آتے ہی اُبھر جاتے ہیں

دل جو ترے کوچے میں سنور جاتے ہیں

سرِ زمیں تری راہ میں پامال ہے اگر

سرِ زمیں کو کھلا کے گزر جاتے ہیں

(۶۰)

اپنی ہی سے سب غور کرتا ہوں میں

سب خواہشیں پوری طور کرتا ہوں میں

بندے سے امرِ ناز بتا غیر سے نہیں

اللہ سے بھی غرور کرتا ہوں میں

(۶۱)

کیا شیخ کی خشک زندگانی گزری
بیچارے کی اک شب نہ سہانی گزری
دوزخ کے تخیل میں بڑھاپا بیتا
جنت کی دعاؤں میں جوانی گزری

(۶۲)

زاہد نے بھی کیا حیات فانی کاٹی
حورعیں کے عہد میں زندگانی کاٹی
ملاؤں کی خدمت میں لڑکپن کھویا
پیروں کی ولایت میں جوانی کاٹی

(۶۳)

موسم سے جُدا ہے زندگانی تیری
تلخی میں بھی خشک ہے کہانی تیری
بجارے کی مستی میں بھٹک رہی ہیں بے جوش
کس خواب گراں میں ہے جوانی تیری

(۶۴)

بڑھی ہوئی عقل سے حماقت بہتر
وسوسے کی محبت سے عداوت بہتر
شیطان و ابوجہل کی عظمت کی قسم
سو بار غلامی سے بغاوات بہتر

بغاوت
یہ کسی احمق نے الف کا اضافہ کیا ہے

(۲-ج)

فکر و نشاط
از شاعر انقلاب حضرت جوش ملیح آبادی
اس مجموعہ میں حضرت جوش کی وہ نظمیں ہیں جو
فکر و تعقل اور مطالعہ و مشاہدہ پر مبنی ہیں۔
قیمت مجلد عـ
کلیم بک ڈپو دہلی
نقش و نگار
از شاعر انقلاب حضرت جوش ملیح آبادی
اس مجموعہ میں حضرت جوش کی رومانی اور
تخیلی نظمیں ہیں قیمت مجلد عـ
کلیم بک ڈپو دہلی
شعلہ و شبنم
از شاعر انقلاب حضرت جوش ملیح آبادی
اس مجموعہ میں حضرت جوش کی سیاسی۔ مذہبی
اور نیچرل نظموں کا انتخاب اور مسلسل اور غیر
مسلسل غزلیں درج ہیں۔ قیمت مجلد تین روپیے
کلیم بک ڈپو دہلی